پروفیسر احسان اسد بدوی مرحوم
ترجمہ: رحمت فرخ آبادی ایم۔اے

جدوجہدِ آزادی اور سندھ

(۲)

میجر منٹگمری کی کوششیں

میجر منٹگمری کو جب فوج کے اس غصے اور نفرت کے بارے میں اطلاع ملی تو اس سے اُسے از حد روحانی اذیت پہنچی، اسے اس بات کی قطعاً امید نہ تھی کہ اس کی فوج کسی انتشار کا سبب بھی بنے گی۔ اس نے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ وہ خود جاکر فوج کو خطاب کرے لیکن اس کے ماتحت ایک دیسی صوبے دار نے اسے اس سے منع کیا اور کہا کہ اگر اس نے اس قسم کی کوئی حرکت کی تو جواب کے طور پر انقلابی اپنی کارروائی فوراً شروع کردیں گے۔ اس انتباہ کے بعد میجر منٹگمری نے سیکنڈ یورپین فوج اور توپ خانے کو طلب کر لیا۔ کرفیو نافذ کردیا گیا۔ گھنٹے کی آواز ٹھیک بارہ بجے بلند ہوئی۔ سات منٹ کے اندر ہی اندر چھ پاؤنڈ گولہ پھینکنے والی چند توپیں اور نو پونڈ کا گولہ پھینکنے والی دو توپیں پہنچ گئیں۔ اسی دوران سیکنڈ یورپین فوج کی چار کمپنیاں حرکت میں آگئیں۔ خزانے پر حفاظتی دستے مقرر کرنے کے بعد توپوں کو ایک قطار میں تیار رکھا گیا۔ ۱۴۔ نیٹو انفنٹری کے افسر کیپٹن لیتھ کو جب اس فساد کی اطلاع ملی تو وہ فوراً اپنی رجمنٹ میں پہنچ گیا۔ انقلابیوں نے رات کے اندھیرے میں توپیں جاتے دیکھ لی تھیں لیکن کیپٹن لیتھ کسی نہ کسی طرح دیسی فوج کو پریڈ گراؤنڈ میں لے آیا تھا۔ یہاں ۲۱۔ یورپین فوج کے سپاہی جن کے ہاتھوں میں بھری ہوئی بندوقیں تھیں، ان کی قطاروں میں گھس آئے جو ایک زبردست غلطی تھی، اس لیے ان کو فوراً ہی واپس بلا لیا گیا اور پھر دیسی فوج کو فوراً ہتھیار ڈالنے کا حکم دیا گیا۔ اس حکم کو دیسی فوج کے سپاہیوں نے بغیر کسی حیل و حجت کے تسلیم کرلیا اور اپنے ہتھیاروں کو زمین پر رکھنا شروع کردیا۔ اس طرح ان ہتھیاروں کا ایک انبار لگ گیا۔ اس کے بعد ان کی حاضری لی گئی تو معلوم ہوا کہ دیسی فوج کے اکیس سپاہی غائب ہیں۔ اسی دوران بارٹل فریر، گولڈسمڈ اور جان آرتھر موقع پر آگئے۔ گولڈسمڈ نے دیسی سپاہیوں کے سامنے ایک دلپذیر تقریر کی اور انھیں وفادار رہنے کی ہدایت کی۔ اس کے بعد دیسی فوج اپنی بیرکوں

ہیں واپس چلی گئی اور اس طرح یہ خطرہ بھی ٹل گیا[۵] دیسی فوج سے جب ہتھیار رکھوا لیے گئے تو یورپی عورتوں اور بچوں کو اپنے اپنے گھر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اس کے بعد بارٹل فریر صبح چھ بجے دیسی فوج کی بیرکوں میں گیا جہاں ہر طرح سے مکمل خاموشی تھی، پھر وہ گورنمنٹ ہاؤس چلا گیا اور اس طرح اس پورے دن کی اس کی کارگزاری اختتام کو پہنچی۔ انقلابیوں کے پروگرام کو اس طرح راتوں رات ناکام بنا دیا گیا کہ اہلِ کراچی کو یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ آزادی کی تحریک کس طرح روبہ عمل آنے والی تھی اور کس طرح اسے ختم کر دیا گیا۔

جو اکیس دیسی سپاہی غائب تھے، ان کی تلاش میں اسی وقت پولیس روانہ کی گئی جو ان کے پیروں کے نشانات کو دیکھتے ہوئے پیچھا کرتی رہی۔ اسی دوران جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ یہ سپاہی لس بیلہ کی طرف گئے ہیں، چنانچہ تمام راستوں کی کڑی نگرانی کی گئی اور آخرکار یہ بدنصیب انقلابی سپاہی لس بیلہ کے علاقے سے گرفتار ہوئے۔ آٹھ سپاہیوں کی ان ہی میں سے ایک اور جماعت کراچی کے مغرب میں پچاس میل کے فاصلے پر پہنچ چکی تھی لیکن پولیس ان کے پیچھے تھی۔ ان انقلابیوں نے پہاڑیوں میں چھپنے کی جگہ حاصل کرنے کے بعد اپنے بچاؤ کے لیے پولیس سے لڑنا شروع کر دیا لیکن یہ کسی طرح نہ بچ سکے اور سبھی مارے گئے۔ بدنصیب سپاہی جو لس بیلہ کے علاقے سے گرفتار ہوئے تھے، کراچی لائے گئے اور ان میں بعض کو پھانسی دی گئی اور کچھ کو توپ کے منہ سے باندھ کر اڑا دیا گیا۔ ان بہادر سپاہیوں نے ہنستے ہوئے موت کو گلے لگایا اور اپنے عمل سے اپنا نام ہمیشہ کے لیے غیر فانی کر گئے۔

شکارپور

حیدرآباد اور کراچی میں تو یہ تحریک دب گئی لیکن اس کا نمایاں اثر شکارپور میں ظاہر ہوا جہاں حالات نہایت خطرناک صورت اختیار کر گئے تھے۔ دیسی توپ خانے میں اودھ کے لوگ موجود تھے جن پر اس انقلاب کا بہت گہرا اثر تھا۔ شمال میں پنجاب تھا، جہاں پہلے ہی انقلاب کی آگ بھڑکی ہوئی تھی اور دو سو میل کے علاقے میں کوئی بھی انگریز سپاہی موجود نہ تھا۔ بلوچستان میں کیپٹن میری ویدر ایک معمولی فوج کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے سندھ ہارس فوج اور ۶۔بنگال کیولری کی حفاظت بھی کی تھی۔

جون ۱۸۵۷ء کے اوائل میں میری ویدر کو اطلاع ملی کہ دو بلوچ معمولی درجہ کے سردار دل مراد خان

---

[۵] لائف آف سر بارٹل فریر، ص ۲۱۲

اور دریا خان فوج میں بغاوت کے آثار پیدا کر رہے ہیں۔ دل مراد خان ۱۸۴۴ء سے سندھ سے نکل کر کچھی کے علاقے میں سکونت پذیر تھا۔ ۱۸۴۵ء میں چارلس نیپئر نے اسے گرفتار کرا لیا تھا اور اس کا ارادہ اسے پھانسی دلانے کا تھا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ ۱۸۴۷ء میں اس نے جنرل جان جیکب کی ماتحتی میں کچھ عرصہ سرکاری ملازمت میں بھی گزارا، لیکن فرنگی سامراج کے دشمنوں سے خط و کتابت کرتے ہوئے پکڑا گیا اور اسی وجہ سے اسے سرکاری ملازمت سے موقوف کر دیا گیا، چنانچہ وہ سندھ کی سرحد سے ملحق ایک مقام جانی ڈیرہ میں اقامت گزیں ہو گیا، اس کا ارادہ تھا کہ بلوچ قوم کو انگریزوں کے مقابلے پر لائے اور اس طرح سندھ میں انتشار پیدا کرے[۱۶] میری ویدرس اس کے اس عمل سے غافل نہ تھا، اس نے اسے گرفتار کر کے قید کرا دیا۔ دل مراد خان کی گرفتاری نے دریا خان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ وہ بلوچوں میں انگریزوں کے خلاف پروپیگنڈا کرتا رہا۔ اس کا ارادہ تھا کہ ۱۲ ستمبر کو جیکب آباد جا کر انگریزوں کا قتل عام کرے۔

دوسری طرف ستمبر ۱۸۵۷ء میں محرم الحرام کے ایام تھے۔ جنرل جان جیکب نے گزشتہ دو سالوں سے محرم کے جلوس تعزیہ داری پر پابندی لگا رکھی تھی اور یہ پابندی اس مرتبہ بھی برقرار تھی۔ ۲ بنگال کیولری نے اس پابندی پر اعتراض کیا لیکن میری ویدر نے جیکب کے حکم کی سختی سے پابندی کی جس کی وجہ سے فوج میں بہت بددلی پھیلی۔ کچھ دن قبل سندھ ہارس فورس کے افسروں کو اندرونی انقلابی سرگرمیوں کی اطلاع مل چکی تھی۔ اس فوج میں اکثریت ہندوستان اور خاص طور پر دہلی کے سپاہیوں کی تھی۔ جس کی وجہ سے ۱۶۔ نیٹو انفنٹری اور نیٹو آرٹلری میں بے چینی نمایاں تھی۔ سپاہی کسی علامتی اور اشارتی زبان میں ایک دوسرے سے [illegible] کر رہے تھے [illegible] کے بارے میں اطلاع مل چکی تھی۔ اس لیے ان کو گرفتار کرا لیا گیا۔ بعد میں تین چار مزید سپاہیوں کی گرفتاری عمل میں آئی۔ ۱۳ ستمبر کی رات کو اہل شہر توپ کے گولوں کی آواز سے نیند سے بیدار ہو گئے۔ چاروں طرف پریشانی کا عالم چھا گیا تھا۔ رات سخت تاریک تھی۔ آسمان پر بادل تھے، ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اسی دوران یہ مشہور ہو گیا کہ دیسی توپ خانے کے سپاہیوں نے بغاوت کر دی ہے۔ اس تاریک رات میں باغیوں کے عملی اقدامات کے بارے میں پوری طرح جاننا سخت مشکل تھا۔ کیپٹن منٹگمری اور لیفٹیننٹ میکنلے نے

۱۶۔ لائف آف سر بارٹل فریر۔ صفحہ ۲۱

۱۶ نیٹو آرٹلری اور انفنٹری کے بچے کھچے سپاہیوں کے ساتھ انقلابیوں پر حملہ کر دیا۔ دو گھنٹے تک طرفین میں گولہ باری ہوتی رہی، آخر انگریزی فوج نے انقلابیوں پر قابو پالیا اور توپوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس مقابلے میں انقلابیوں کے تین آدمی مارے گئے۔ صبح کو اطلاع ملی کہ انقلابیوں کی کل تعداد بارہ تھی۔ ان میں سے آٹھ بعد میں گرفتار ہوئے جن کو توپوں کے منہ سے باندھ کر اڑا دیا گیا۔ انقلابیوں کا خیال تھا کہ توپوں کی آواز سے جیکب آباد میں فساد شروع ہو جائے گا کیوں کہ یہی دریا خان کا منصوبہ بھی تھا، اسی لیے بارٹل فریر نے مسٹر جان لارنس گورنر پنجاب کو ۷ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو اپنے ایک خط میں لکھا کہ :

"۱۶۔ انفنٹری کے صوبے دار نے جو اس بغاوت کا بانی تھا، اپنی موت سے قبل یہ بتایا تھا کہ اگر اسے مزید دو دن کا وقفہ مل جاتا تو دنیا اس کے کارناموں سے اچھی طرح واقف ہو جاتی۔ جھکرانی سردار اپنی گرفتاری کے وقت ملتان میں بغاوت کی کامیابی کی خبر کا انتظار کر رہا تھا۔ اگر اسے ایسی اطلاع مل جاتی تو وہ اپنی کارروائی شروع کر دیتا"

شکارپور میں ہنگامے کی خبر سن کر خیرپور کا قائم مقام امیر میر شاہ نواز خان[۵۳] انگریزوں کی تکلیف نہ دیکھ سکا اور ان کی مدد کے لیے اپنی فوج کے ہمراہ شکارپور پہنچ گیا۔ اسی لیے خان بہادر خداداد خان نے لکھا ہے کہ "ہندوستان میں فساد بے بنیاد و غدر بے تعداد رونما ہوا جس کو دور کرنے میں سرکار عالی کے تمام عہدے دار مشغول ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء کے منحوس سال میں سندھ کے بڑے شہروں — کراچی، حیدرآباد، شکارپور اور جیکب آباد — میں ان فسادیوں نے سر اٹھایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان شہروں میں فوجی چھاؤنیاں تھیں۔ خیرپور کا قائم مقام امیر ابن الامیر شاہ نواز خان، انگریزی حکومت کی مدد کے لیے افغان اور پنجابیوں کی فوج لے کر شکارپور میں وارد ہوا اور فسادیوں پر قابو پایا۔ انگریزی حکومت نے ان کی قدرشناسی کی اور انھیں دو ہزار روپیہ ماہانہ رقم بطور انعام دی لیکن سیر چشم میر نے اسے قبول نہ کیا"[۵۴] خان بہادر خداداد خان نے سندھ میں آزادی کی اس تحریک کے بارے میں مبہم لیکن مجمل طور پر

---

۵۳ میر علی مراد خان اس زمانے میں اپنے ملک کی تقسیم کے فیصلے کے خلاف اپیل کرنے انگلینڈ گئے ہوئے تھے ان کی جگہ ان کا بڑا لڑکا میر شاہ نواز خان بطور قائم مقام امیر کام کر رہا تھا۔

۵۴ خیرپور نامہ۔ صفحہ ۴۴۔ مزید دیکھیے لائف آف سر بارٹل فریر۔ صفحہ ۸۹

یہ بھی لکھا ہے کہ سال ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۷ء) میں ہندوستان کے اکثر حصوں میں فسادِ عظیم برپا ہوا، جس کا اثر سندھ کے بڑے شہروں — کراچی، حیدرآباد، شکارپور اور جیکب آباد — میں ظاہر ہوا۔ الگ الگ پلٹنوں کے سپاہی اور عمل دار، شورش اور فساد میں شامل ہو کر نافرمان بن گئے لیکن اس وقت کے انگریز افسروں کی فہم و فراست کی وجہ سے خاص طور پر گبس صاحب جوڈیشنل اسسٹنٹ کمشنر کی سخت کوشش سے یہ مشکل مہم خیر و خوبی سے اختتام کو پہنچی۔ فسادیوں کو سخت سزائیں دی گئیں، کچھ کو توپ کے منہ میں دے دیا گیا[۵] کسی کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ خیر خواہوں کو بڑے بڑے انعام دیے گئے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ جتوئیوں کے سردار امام بخش خاں[۶] اور خان بہادر الف خان ترین[۷] کو اس الزام کی وجہ سے سخت تکالیف اٹھانا پڑی تھیں۔ ان کی جاگیر اور وظیفہ بند کر دیا گیا تھا اور وہ عمل داروں کی نظر التفات سے گر گئے تھے۔

سندھ میں اس تحریکِ آزادی کا تعلق ایک پُراسرار شخصیت کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے جس کا تذکرہ سر بارٹل فریر نے اپنی اس رپورٹ میں جو اس نے ۱۹ر جنوری ۱۸۵۸ء گورنر لارڈ الفنسٹن کو ارسال کی تھی، کیا ہے۔ اس رپورٹ میں اس نے لکھا کہ "جیسا کہ میں نے درج کیا ہے، سندھ کے ان فسادات سے ایک ہندو گنگا رام کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ وہ دراصل دہلی کا رہنے والا ہے اور اسے دہلی سے مکمل ترین خبریں

---

۵ موت کی سزاؤں میں سب سے خطرناک اور موثر صورت یہ تھی کہ مجرم کو توپ کے منہ سے باندھ کر اڑا دیا جائے۔ اس کا نہایت ہی خطرناک نظارہ دیکھنے میں آتا تھا۔ بدبخت مجرم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے گرتا تھا اور بعض دفعہ تو گوشت کے لوتھڑے اردگرد کھڑے لوگوں پر اتنے زور سے گرتے کہ اس سے انھیں سخت نقصان پہنچتا تھا۔ حیدرآباد میں ایک مجرم کے گوشت کا لوتھڑا اونٹ پر بیٹھے ہوئے ایک ڈپٹی کلکٹر پر اتنے زور سے لگا کہ وہ اونٹ سے گر گیا۔

۶ سردار امام بخش خان جتوئی۔ متوفی ۱۹۵۶ء کے دادا سردار موصوف نے انگریز جنرل سر چارلس نیپیئر کی خوشنودی کے لیے اپنے گاؤں کا نام ہی "نیپیئر آباد" رکھ دیا تھا۔

۷ الف خان ترین، نواب خان ترین کے بیٹے تھے۔ وہ زرخیل تعلقہ شکارپور کے رہنے والے تھے۔ کیپٹن بریڈی نے اپنی رپورٹ لغایتہ سال ۱۸۴۷ء میں لکھا کہ الف خان ترین برٹش گورنمنٹ کا وفادار ملازم ہے اور اس وقت یہ سندھ پولیس میں اجوائنٹ ہے۔ ہندوستان کے گورنر جنرل نے اس کے حسنِ خدمت کی وجہ سے اسے ۱۸۴۷ء میں خان بہادر کا خطاب دیا ہے۔ (بمبئی گورنمنٹ ریکارڈ نمبر ۱۱۷)

ملتی رہتی تھیں اور یہی اس علاقے میں شورش کا باعث ہے۔ مجھے یہ بات بہت ہی وثوق سے معلوم ہوئی ہے کہ وہ ہماری تمام مصیبتوں کا بہت زیادہ ذمے دار ہے[۵۸]

یہ گنگارام ۱۸۵۸ء میں قلات میں رہا۔ خان خداداد خاں جو اپنے بھائی[۵۹] کی وفات کے بعد قلات کے تخت پر بیٹھا تھا، وہ گنگارام کا بہترین دوست اور مربی تھا۔ وزیرِ اعظم ملا احمد کی وفات کے بعد خان خداداد خان نے چاہا کہ وہ گنگارام کو قلات کا وزیر اعظم مقرر کر دے لیکن سندھ کے کمشنر سر بارٹل فریر نے جنرل جان جیکب سے قلات پر حملہ کرا دیا[۶۰] جس نے اس کے وزیر اعظم بننے پر سخت احتجاج کیا اور اس طرح گنگارام کو قلات کی وزارت نصیب نہ ہو سکی لیکن وہ انگریزوں کے غصے اور انتقام سے بچ گیا۔ اسی گنگارام نے قلات کے ایک امیر آزاد خاں کے خیالات میں انگریزوں کے خلاف نفرت کا اتنا زبردست جذبہ پیدا کر دیا تھا کہ اس نے سندھ کے دل مراد خان اور دریا خان کو انقلاب لانے کے لیے اپنی مدد کا یقین دلایا تھا۔ بدقسمتی سے دل مراد خان اور دریا خان عین موقعے پر گرفتار ہو گئے جس کی وجہ سے تمام پروگرام ہی درہم برہم ہو کر رہ گیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں سندھ بھی ہندوستان کے دیگر شہروں سے کسی طرح پیچھے نہ رہا تھا۔ یہاں کی زمین بھی شہیدوں کے خون سے لالہ زار بنی۔ سندھ میں اس کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ یہاں کے بڑے بڑے رئیس مثلاً میر شیر محمد خان اور میر شاہ نواز خان جیسے لوگ انگریزوں کے وفادار رہے جس کا نتیجہ انگریزوں کی کامیابی کی صورت میں نکلا۔ سندھ میں ۱۸۵۷ء کے واقعات کو بعد کے مورخین نے قطعاً کوئی اہمیت نہ دی اور شہیدوں کے کارناموں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا گیا۔ اسی وجہ سے ۱۸۵۷ء کے واقعات پر مشتمل جو کتابیں شائع ہوئی ہیں، ان میں سندھ کی قربانیوں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، لیکن اس بے اعتنائی کے باوجود اہلِ سندھ کی یہ قربانیاں تاریخ کے اوراق میں غیر فانی اور لازوال رہیں گی۔

---

۵۸ سلیکشن فرام دی پری میوٹنی ریکارڈز آف کمشنران سندھ صفحہ ۱۵۵

۵۹ میر نصیر خان کا انتقال ۲۰ جون ۱۸۵۷ء کو ہوا۔

۶۰ جنرل جان جیکب مصنفہ ایگزنڈر این شانٹ، صفحہ ۱۹۶